حجازی عربی کا سامی زبانوں میں مقام

از جناب مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبہ دینیات جامعہ عثمانیہ

سرزمینِ عرب کے اطراف میں جو علاقے ہیں یعنی مغرب میں مصر، شمال میں شام و فلسطین، مشرق میں عراق وغیرہ یعنی جو قدیم تمدن کا بھی گہوارہ ہے اور یہی علاقے ارض الانبیاء بھی ہیں۔ ......

...... آج تو ان علاقوں کی عام زبان بول چال کی بھی اور لکھنے پڑھنے کی بھی عربی ہی ہے۔ خیال لوگوں کا یہ ہے کہ اسلام کے بعد یہ واقعہ پیش آیا، ورنہ اس سے پیشتر سمجھا جاتا ہے کہ ان میں ہر علاقہ اپنی اپنی مخصوص زبان رکھتا تھا۔

نوح علیہ السلام (جن کا مرکزی مقام عراق کی سرزمین ہے) یا ابراہیم علیہ السلام جن کا مولد و منشار بھی عراق ہی کا خطہ تھا، لیکن ہجرت فرما کر آپ آخر میں سرزمین کنعان (فلسطین وغیرہ) میں آباد ہو گئے۔ یا موسیٰ علیہ السلام جو مصر میں پیدا ہوئے اور وہیں پلے بڑھے۔ ان تمام انبیاء کرام کی زبانیں کیا تھیں؟

انبیاء بنی اسرائیل کے متعلق تو خیر سمجھا جاتا ہے کہ ان کی زبان عبرانی تھی، اور عبرانی کے متعلق قدر مشترک کے طور پر یہ مسلم ہے کہ عربی زبان سے اس کا قریبی تعلق ہے اختلاف جو کچھ ہے وہ اس میں ہے کہ عبرانی عربی کی بگڑی ہوئی صورت ہے یا عربی ہی نے بگڑ کر عبرانی زبان کی صورت اختیار کی ہے۔

ان علاقوں کی زبانوں کے متعلق مندرجہ بالا خیالات عوام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ مدت سے خاکسار ایک نظریہ رکھتا تھا۔ آج اتفاق سے مشہور اطالوی مستشرق گویدی جس کا عربی تلفظ جویدی ہے۔ اس شخص کے ان محاضرات (لکچروں) پر نظر پڑی جنھیں جامعہ مصریہ میں اربابِ جامعہ کی استدعا پر اس شخص نے ۱۹۰۸ء دسمبر میں شروع کر کے ۱۹۰۹ء مارچ میں ختم کیا تھا۔ یہ چالیس لکچروں کا مجموعہ ہے جو براہِ راست عربی زبان ہی میں جویدی نے ان لکچروں کو مرتب کیا تھا اور خود ہی انھیں تھوڑا تھوڑا کر کے اس نے سنایا تھا۔

جہاں تک میں جانتا ہوں سینور جویدی کا شمار مستند مستشرقین میں ہے۔ جویدی علاوہ اطالوی و فرانسیسی زبانوں کے عربی زبان کا ماہر سمجھا جاتا ہے اور عربی ہی کے تعلق سے سریانی، حبشی، عبرانی قبطی زبانوں کا علم بھی اس شخص نے حاصل کیا۔ ۱۸۷۶ء ہی سے روم پایۂ تخت اٹلی کی یونیورسٹی میں مدرسی کا کام انجام دیتا رہا۔ اس یونیورسٹی میں عربی، عبرانی، حبشی زبانیں ان طلبہ کو جو سیکھنا چاہتے تھے یہی سکھاتا تھا۔

علاوہ ان کتابوں کے جو مذکورہ بالا قدیم زبانوں کے متعلق اس شخص نے لکھی ہیں براہ راست عربی زبان میں اس کے خدمات خاص طور پر اہمیت رکھتے ہیں۔ اس نے الاغانی کی مفصل فہرست مرتب کی، الزبیدی کی کتاب الاستدراک پر حواشی لکھے، ابن قوطیہ کی مشہور کتاب الافعال پر اس کے نوٹ ہیں۔ قصیدہ بانت سعاد کی جو شرح ابنِ ہشام نے لکھی ہے بڑے قیمتی نوٹ اس پر بھی لکھے ہیں، سب سے دل چسپ کام اس کا مشہور کتاب کلیلہ دمنہ کے متعلق ہے یعنی عام طور پر جو نسخے اس کتاب کے عربی زبان میں چھپے ہیں، ان سے اصل کتاب کے بعض اہم اجزا رغائب تھے۔ جویدی نے بڑی محنت و تلاش سے ان زیادات کا مطبوعہ نسخوں پر اضافہ کیا۔ البغدادی کی خزانۃ الادب الکبیری کی بھی فہرست اس نے مرتب کی اور اٹلی ہی سے یہ کتابیں مدت ہوئی شائع ہو چکی ہیں۔

بہر حال مجھے کہنا یہ ہے کہ عرب کے اطراف و نواحی کے ان خطوں کی زبانوں کے متعلق خاکسار کے جو خیالات تھے۔ جویدی کے محاضرات میں ان ہی کے متعلق بعض عجیب چیزیں ملیں۔ اس وقت میں ان ہی کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مسکن نوح و مولد ابراہیمؑ کی زبان | جویدی کا بیان ہے۔

اس میں شبہ نہیں کہ عراق والوں کی زبان سامی زبانوں سے بالکل ملتی جلتی تھی۔ یعنی اسماء و افعال اور حروف میں۔	اما لغتہم فلا شک فی انہا قریبۃ من سائر اللغات السامیۃ فی الافعال والاسماء والحروف (محاضرات جویدی ص۸)

آگے چل کر اپنے بیان کو مثالوں سے واضح کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

کیونکہ یہ لوگ اذن کو (جس کے معنی کان ہیں) ذال کے	فانہم یقولون مثلاً لِلاُذُنِ

أُذن بتسكين الذالِ وللعين عينو	سکون کے ساتھ اذن اور عین (آنکھ) کو عینو
وللسماء سماوٗ (ص ۷)	اور سماء (آسمان) کو سماو کہتے تھے۔

اس کے بعد گنتی کے الفاظ کو گناتے ہوئے لکھتا ہے۔

واسماء الاعداد عندهم تكاد تقرب	ان لوگوں کے اسماء اعداد بھی عربی کے اسماء
من اسمائها العربية كذالك وهي	اعداد سے بہت ملتے جلتے ہیں مثلاً ایک کو ایں
(۱) ایں۔ (۲) شنا (۳) شلاش۔ (۴)	دو کو شنا تین کو شلاش۔ چار کو اربع، پانچ
اربعًا (۵) خمس (۶) شیش (۷) سب	کو خمس۔ چھ کو شیش، سات کو سب، آٹھ کو
(۸) شمان (۹) تیش۔ (ص ۶)	شمان، نو کو تیش۔

مسکن بنی اسرائیل کی زبان | جویدی نے عبرانی زبان جو فلسطین وکنعان کی قدیم زبان تھی اس کی نسبت چند کلی اشارات ان الفاظ میں کئے ہیں۔

الاسمُ فی اللغة العبرانية اما مذكرو	عبرانی زبان میں اسم یا تو مذکر ہوگا یا مونث۔ اور
اما مؤنث والجمع لا یکون الا سالمًا والهاء	جمع ان کے یہاں سالم ہی ہوتی ہے اور ان کے
الةُ التعريف عندهم۔	نزدیک ھاء تعریف کا کلمہ ہے۔
ثم کل ما کان بالشين فی العربی	پھر جو لفظ عربی میں شین کے ساتھ ہوتا ہے وہ عبرانی
يكون بالسين فی العبرانی وبالعكس	میں سین کے ساتھ اور جو لفظ عربی میں سین کے
وكذالك كل ما كان بالعربي ا يكون	ساتھ ہوتا ہے وہ عبرانی میں شین کے ساتھ ہوتا ہے
فی العبرانی ومثلاً سلام یکون	اسی طرح عربی کا ا عبرانی میں و سے ہوتا ہے مثلاً
شلام وكذالك الثاء فی العربی هو	عبرانی میں سلام کے بجائے شلام بولتے ہیں۔ اسی
بالعبرانی بالشين مثلاً ثور بالعبرانی	طرح عربی کی ث عبرانی میں ش بن جاتی ہے مثلاً عبرانی
شور واسم الفاعل العربی لابد	میں ثور کے بجائے شور بولتے ہیں اور عربی کا اسم فاعل
ان يكون فوعل۔ (ص ۷۷)	لازمی طور پر فوعل ہوتا ہے

اس کے بعد مثال دی ہے کہ کاہن عربی زبان میں فاعل کے وزن پر ہے عبرانی میں اسی لفظ کو کوھن بولتے ہیں۔ پھر جہاں عربی میں ضاد ہے عبرانی میں وہاں صاد بولتے ہیں۔ مثلاً ارض کو ارص، مغربی زبانوں میں ارتھ (Earth.) بن گیا۔

عربی اور عبرانی میں کتنی مجانست ہے۔ اس کو ثابت کرنے کے لئے جویدی نے زبور کی مشہور آیت کو نقل کیا ہے جس کا ذکر خود قرآن میں بھی ہے۔ زبور کی آیت ہے" صدیقین یرشون ارص" یعنی زمین کے مالک سچے اور راستباز لوگ ہوں گے" یرشون میں بجائے ث کے ش اور ارص میں بجائے ض کے ص کا فرق ہے۔ ورنہ یہ فقرہ بجنسہ عربی زبان کا ہی معلوم ہوتا ہے۔ ان مثالوں کو پیش کرکے جویدی کہتا ہے۔

فیعلم من ذالک ان اللغۃ العبرانیۃ	اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عبرانی زبان عربی
تشابہ اللغۃ العربیۃ کثیراً	زبان سے بہت زیادہ مشابہ ہے۔

مسکن موسیٰ علیہ السلام یعنی مصر کی قدیم زبان | مصر کی زبان قدیم کے متعلق جویدی کا بیان ہے۔

اما اللسان المصری فالقدیم منہ ھو	رہی مصری زبان تو قدیم مصری زبان تو وہی ہے
المتکلم بہ فی ایام الفراعنۃ والحدیث	جو فراعنہ کے زمانہ میں بولی جاتی تھی۔ اور
یقال لہ القبطی والاختلاف بین اللسان	نئی زبان کا نام قبطی ہے۔ قدیم مصری زبان
المصری القدیم وبین اللغات السامیۃ	اور سامی زبانوں میں جو فرق ہے وہ اس
کالعبرانی والعربی اقل من الاختلاف	فرق اور اختلاف سے کم ہے جو سامی زبانوں
بین ھذہ اللغات السامیۃ والبربر ص ۶۶	اور بربر میں ہے

آگے چل کر اپنے مقصد کی توضیح ان الفاظ میں کی ہے۔

حتی ذھب قوم ممن لھم درایۃ	اس قسم کے مسائل میں جن لوگوں کی معلومات گہری ہیں
کاملۃ بھذہ المسائل الی ان	ان میں سے ایک جماعت کی رائے تو یہ ہے کہ مصری زبان
اللسان المصری یشبہ اللغات	سامی (عربی اور عبرانی وغیرہ) سے مشابہ ہے اور وہ سامی
السامیۃ ویوافق حالھا القدیمۃ	زبانوں کے پرانے حال کے موافق ہے۔

یہ تو تھا مصر کی قدیم زبان کا حال۔ اب سنئے جدید مصری زبان یعنی قبطی کی نسبت جویدی رقمطراز ہے

اما المصری الحدیث ای القبطی فھو	مصر کی نئی زبان قبطی تو وہ پرانی زبان سے پیدا
متولد من القدیم وھی لغتہ القبط من	ہوئی ہے اور اس کی مدت حضرت عیسیٰ کی
القرن الاول تقریباً الی القرن السادس	ولادت کے بعد پہلی صدی سے تقریباً سولہویں
عشر بعد المیلاد۔	صدی تک ہے۔

جویدی کے مذکورۂ بالا معلومات کے پیش نظر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ حضرت نوح ؑ حضرت ابراہیمؑ اور انبیاء بنی اسرائیل یعنی حضرت موسیٰؑ وغیرہ انبیاء علیہم السلام کے اوطان میں جو زبانیں بولی جاتی تھیں وہ دراصل عربی زبان ہی کی مختلف شکلیں تھیں۔ اسی قسم کی شکلیں جو صوبجاتی اختلافات کی بنیاد پر ایک ہی زبان کی ہو جاتی ہیں۔ ورنہ دراصل ان تمام علاقوں کی زبان ایک ہی تھی۔

لیکن اب سوال یہ ہے کہ لہجوں وغیرہ کے اختلاف سے اس ایک زبان کی جو مختلف شکلیں مختلف علاقوں میں ہو گئی تھیں توان میں صحیح تر شکل کس زبان کی ہے؟ جویدی نے اپنے لکچروں میں جو کچھ کہا ہے اس کو سامنے رکھا جائے تو اس سوال کا جواب بھی مل جاتا ہے چنانچہ دیکھئے ایک موقع پر لکھتا ہے۔

لا تعرف لغۃ من اللغات السامیۃ	تمام سامی زبانوں میں عربی زبان کے سوا کوئی اور
تکون اقرب الی اللسان الاصلی واصح	زبان ایسی معروف نہیں ہے جو اپنی اصلی زبان
فی ابنیۃ الاسماء والافعال من	سے زیادہ قریب ہو اور اسماء وافعال کے اوزان
اللغۃ العربیۃ (ص ۸۹)	میں زیادہ درست ہو۔

اس کی وجہ کیا ہے؟ عربی زبان کو یہ عزت اور بزرگی کیوں ہے؟ جویدی اس کے جواب میں لکھتا ہے،

لان العرب لم یخالطھا غیرھا ولم	کیونکہ عربوں کے ساتھ غیر عربوں نے اختلاط نہیں
تقصدھا ملوک وجیوش طموحاً الی	کیا اور نہ بادشاہوں اور لشکروں نے ان پر قبضہ
امتلاکھا اذلم تدخل تحت حکم امۃ اجنبیۃ	جمانے کا ارادہ کیا۔ اسی لئے عرب کسی اجنبی قوم کے
کسائر السامیین فان اھل بابل ونینوا	ماتحت کبھی نہیں ہوئے۔ بخلاف دوسری سامی

خالطھم امم اجنبیۃ لا مناسبۃ بینھم و	اقوام کے۔ اہل بابل ونینوا کو دیکھئے ان لوگوں کے ساتھ
بینھا لا فی النسب ولا فی اللغۃ ویقال	ایسی اجنبی قوموں نے اختلاط کیا جن کے اور عربوں
لھذہ الامم سمیر واکاد فتغیرت	کے درمیان نہ نسب کے اعتبار سے کوئی مناسبت
بسببھم لغۃ بابل منذ زمان	تھی اور نہ زبان کے لحاظ سے۔ ان قوموں کا نام سمیر
طویل۔ (ص ۸۹)	(اشوریوں) اور اکاڈ تھا۔ ان ہی لوگوں کی وجہ سے ایک طویل زمانے تک بابلی زبان بن گئی

یہ حال تو حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کی سرزمین کا تھا۔ رہی انبیاء بنی اسرائیل کی زمین! تو اس کی نسبت جویدی لکھتا ہے۔

وقد سبق ان العبرانیین لما تغلب	اور یہ پہلے گذر چکا ہے کہ جب کلدانی عبرانیوں پر
علیھم الکلدانیون مالت لغتھم	غالب آگئے تو عبرانیوں کی زبان آرامی زبان
الی الآرامیۃ	کی طرف مائل ہوگئی۔

اس کے بعد جویدی نے مختلف قوموں پر ان سے مختلف دوسری قوموں کے اثرات کا ذکر کیا ہے اور آخر میں لکھتا ہے۔

واما العرب فعلی خلاف ذالک قد	لیکن عربوں کا حال اس کے برعکس ہے۔ وہ ہمیشہ
تمکنوا من غزو الاعداء ولھم المفازۃ	دشمنوں سے جنگ کرتے رہے اور ان کے لئے
التی بینھم وبین العراق والشام ای	قدرتی پناہ گاہ وہ جنگل ہے جو ان کے اور عراق و شام
صحراء الشام والنفوذ ومن ھجم علیھم فی	کے درمیان واقع ہے اور جس کو صحراء شام کہتے ہیں
بلادھم لم تدم سلطنتہ علیھم کملوک	اور نفوذ بھی اور اگر کسی نے کبھی ان کے ملک پر حملہ
الاثوریین اورجع بالخیبۃ والافتضاح	کیا اور وہاں پہنچ بھی گیا تو پھر ٹھہر نہ سکا مثلاً اشوری
کغالوس الذی ذکرناہ۔	بادشاہ یا رومی جنرل غالوس کی طرح ناکامی اور رسوائی کے ساتھ واپس آیا جس کا ہم نے ذکر کیا ہے

جویدی نے دوسری جگہ بیان کیا ہے کہ مصر پر جس زمانہ میں روم کے قیاصرہ کی حکومت تھی، تو غالوس نامی ان کے گورنر نے جو مصر کا حاکم تھا۔ عرب کو فتح کرنا چاہا بحرِ احمر کو عبور کر کے حجاز کے ساحل پر اترا

لیکن جن عربوں کو راہ نمائی کے لئے اس نے ملازم رکھا تھا ان لوگوں نے غالوس کے ساتھ خیانت کی۔ اور ایسے خوفناک صحرا میں اس کو پہنچا دیا جہاں سے بہ ہزار خرابی وہ واپس ہوا۔ لکھا ہے کہ پھر بھی جنوبی عرب میں نجران و مآرب تک پہنچ گیا تھا لیکن ٹھہر نہ سکا اور الٹے پاؤں بھاگا۔ جویدی نے دعوی کیا ہے کہ غالوس کے سوا کسی اجنبی قوم کے آدمی کے متعلق عرب پر حملہ کرنے کا سراغ نہیں ملتا۔

بہرحال اس کے محاضرات میں بڑی قیمتی باتیں ہیں۔ ایسی باتیں جن کے جاننے کی ضرورت طلبۂ اسلام کو سب سے زیادہ ہے۔ اس نے ثابت کیا ہے کہ یورپ وغیرہ میں آج جن حروف کا رواج ہے یہ رومیوں اور یونانیوں سے لیا گیا ہے اور رومیوں یونانیوں نے ان حروف کو فینقیوں سے سیکھا۔ یہ وہی ساحل شام کے رہنے والی بحری قوم ہے جس کا سکہ دنیا میں اسی طرح اپنے عہد میں جاری تھا جیسا کہ جویدی نے بھی لکھا ہے آج اسی قسم کی ایک مختصر لیکن بحری قوم انگریز کا دنیا میں جاری ہے۔ اس نے یہ بھی پتہ دیا ہے کہ یونانی جن سے رومیوں نے حروف سیکھے ہیں، ابتدا میں وہ بھی داہنے جانب سے بائیں طرف لکھا کرتے تھے جیسے کہ ہندوستان میں بھی اصل برہمی حروف اسی طرح لکھے جاتے تھے۔

خیر میری غرض تو اس وقت یہ تھی کہ ایک مستند مستشرق کی اس تحقیق کو مسلمانوں تک پہنچا دوں جو ان کے قرآن کی زبان کے متعلق اس بیچارے نے کی ہے، گویا ثابت کر دیا ہے کہ قرآن ہی کی زبان موسیٰؑ کی زبان بھی تھی اور انبیاء بنی اسرائیل کی بھی، حضرت ابراہیمؑ کی بھی، حضرت نوحؑ کی بھی۔ اور آگے بڑھ کر اگر اسی کو آدم علیہ السلام تک پہنچانا چاہئے تو راستہ جس حد تک ہموار ہو چکا ہے اس کے لحاظ سے یہ چنداں دشوار نہیں ہے۔ عربی زبان کے متعلق روایتوں کا جو ذخیرہ پایا جاتا تھا سنداً لوگوں کو اس میں شبہے تھے لیکن میں تو دیکھ رہا ہوں کہ دلیل بھی اسی کی تائید کر رہی ہے، انشاء اللہ کسی مستقل مقالہ یا کتاب کے ذریعہ اگر موقعہ ملا تو قرآن کی "عربی مبین" کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کروں گا۔